سوال

(123) زید کہتا ہے کہ حدیث ظل الرجل کطولہ کا یہ مطلب الخ

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حدیث ظل الرجل کطولہ کا یہ مطلب کہ مرد کا سایہ بعد دلوک الشمس مشرق کی طرف شمار کرنا چاہیے فی زوال کا قرآن و حدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے، پھر اپنے اس قول کی تشریح بیان کرتا ہے، تشریح یہ ہے، زید کہتا ہے کہ بعد دلوک الشمس سوائے فی زوال کے ایک مثل مشرق کی جانب یعنی پورب کی طرف ناپنا چاہیے مثلاً ایک لکڑی سیدھی کھڑی کی جائے مثلاً یہ لکڑی ہے، اس کا سایہ دوپہر کے وقت آج کل شمالی کو ہوتا ہے اس سایہ کو کچھ شمار نہ کرنا چاہیے بلکہ اب جو سایہ مابین پورب و شمال کی جانب بڑھتا جائے اس کو اس لکڑی کی جڑ سے لکڑی کے برابر ہونا چاہیے تو ظہر کا وقت ختم ہوکر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے یعنی جو سایہ بڑھتا جائے گا اس کے سر سے سیدھی لکڑی جنوب کی طرف کھینچتے رہیں گے جب اس لکڑی کی جڑ سے سرے تک برابر اس کے مقدار کے پورب کی طرف ہوجائے گا تو ایک مثل ہوگا، یہ مطلب ہے، حدیث ظل الرجل کطولہ کا اور جو سایہ مابین مشرق و شمال کی طرف بڑھتا جائے گا، اس کا شمار نہ ہوگا، فقط عمرو کہتا ہے مطلب حدیث ظل الرجل کطولہ کا یہ ہے کہ جس طرح بغیر قید جہت کے کسی شئے لکڑی وغیرہ کا سایہ پڑے بعد دلوک شمس اس کو برابر یعنی ایک مثل لینا چاہیے سوائے فی زوال یعنی اصلی سایہ چھوڑ کر وہ وقت عصر کا ہے یہی وقت بیان کیا ہے، نواب صدیق الحسن خان صاحب نے مسک الختام میں زیر حدیث مذکور (دیگر دو سایہ شخص درازی دے درائے فی زوال اور اسی کتاب کے صفحہ 129 میں ہے، شاہ ولی اللہ در مصفی گفتہ کہ باشد سایہ ہر چیز مانند قامت آن چیز سوائے فی زوال، اور امام شوکانی نے نیل میں صفحہ 290 ب مصیر ظل الشیٔ مثلہ غیر الظل الذی یکون عند الزوال دخل وقت العصر، اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے مالابدمنہ میں ''سایہ ہر چیز ہم چند او شود سوائے سایہ اصلی'' اور وقت ظہر بعد دلوک شمس ہوگا کہ وہ اندازہ سارھے بارہ بجے ہے، اس سے پیشتر نماز ظہر درست نہ ہوگی کیونکہ نقشہ تصدیق کردہ شاہ ولی اللہ صاحب میں ماہ حال یعنی شروع پھاگن میں وقت درمیان طلوع آفتاب و زوال جو وہ گھڑی ہے اس وقت سورج سات بجے کے قریب نکلتا ہے تو حساب سے چودھ گھڑی ساڑھے بارہ بجے ہی ہے اور اپنا تجربہ بھی یہی ہے اور وقت عصر نصف پھاگن میں اندازہ پونے چار بجے کے بعد ہوتا ہے، جو اس سے پیشتر نماز عصر پڑھے گا اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی کیونکہ نصف پھاگن میں سات انگل کی لکڑی کا اصل سایہ پانچ انگل ہے اور ایک مثل کے سات انگل تو اس کا مجموعہ بارہ انگل پونے چار بجے کے بعد پورا ہتا ہے اور وقت سے پہلے نماز درست نہیں، اب علمائے ربانی سے استفسار ہے کہ موافق مذہب اہل حدیث کس کا مطلب و پیمائش درست ہے۔ بینوا توجروا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

زید کا قول صحیح نہیں، عمرو کا قول مطابق حدیث و علمائے مذاہب اربعہ و مشاہدہ کے ہے، ابوداؤد میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: کانت[1] قدر صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الصیف ثلاثۃ اقدام الی خمسۃ اقدام وفی الشتاء خمسۃ اقدام الی سبعۃ اقدام، اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ فی زوال کو اعتبار ہے، والا یہ فرق کیوں ہوتا، اس حدیث میں اگرچہ قدرے ضعف ہے، مگر تعامل اہل علم کا اس حدیث کے ضعف کو رفع کرتا ہے، جیسا کہ اصول حدیث میں ہے کہ تعامل اہل علم سے حدیث کا ضعف رفع ہوتا ہے، امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں: متی[2] خرج وقت الظہر بمصیر ظل الشیٔ مثلہ غیر الظل الذی یکون عند الزوال دخل وقت العصر اور زرقانی علی المؤطا میں ہے: مثل[3] الظہر اذا کان

ظلک مثلک ای مثل ظلک بغیر ظل الزوال، شرح مختصر حنابلہ میں ہے۔ وقت العصر المختار من غیر فصل بینھما ویستمر الی مصیر الفئ مثلیہ بعد فی الزوال ای بعد الظل الذی زالت علیہ الشمس۔ امام نووی منہاج میں جو فقہ شافعیہ میں نہایت معتبر کتاب ہے، لکھتے ہیں: اخرہ[4] رای وقت الظھر مصیر ظل الشئ مثلہ سواء ظل استواء الشمس۔ ابن ابی زید مالکی اپنے رسالہ میں جو فقہ مالکی میں معتبر کتاب ہے، لکھتے ہیں: اخر[5] وقت الظھر ان یصیر ظل کل شئ مثلیہ بعد ظل نصف النھار اور فقہائے حنفیہ کی کتابوں میں تو یہ بات مشہور ومعروف ہے، وقالا[6] اذا صار ظل کل شئ مثلہ سوی فی الزوال وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ (فی الزوال) ھو الفئ الذی یکون للاشیاء وقت الزوال اسی طرح شوکانی نیل الاوطار میں اور درر البھیہ میں فرماتے ہیں، واخرہ[7] مصیر ظل الشئ مثلہ سوی فی الزوال اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی مصفے وحجۃ اللہ البالغہ میں اور نواب صاحب نے اپنی تصانیف میں اس کے ساتھ تصریح کی ہے۔

غرض فی زوال کے سواء ایک مثل یا مثلین تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور من بعد عصر کا وقت ہونا مسئلہ متفق علیھا ہے، یہ امر بدیہی ہے کہ اس ملک میں پوس ماگھ کے مہینوں میں سارے دن میں کوئی ایسا وقت نہیں آتا ہے کہ سایہ ہر شے کا اس سے زیادہ نہ ہو تو وقت ظہر کون سا ہوا، تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ سوائے فی الزوال کے جب ایک مثل ہوجائے تو وقت عصر داخل ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ فی الزوال کس طرح نکالنا چاہیے تو علماء نے اس کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ زمین ہموار میں ایک لکڑی کو سیدھا کھڑا کرکے دیکھے کہ عین استوار شمس میں سایہ اس لکڑی کا کس قدر ہے لکڑی کے مثل یا کم وبیش جس قدر سایہ ہو اسی قدر سایہ چھوڑ کر اس پر زائد جو ایک مثل ہوجائے، عصر کا وقت داخل ہوتا ہے، لکڑی کی جڑ سے ایک مثل پورا کرنے سے وقت عصر کا داخل نہیں ہوتا، امام ابوالحسن مالکی شرح رسالہ ابن ابی زید میں لکھتے ہیں: ویعرف[8] الزوال بان یقام عود مستقیم فاذا تناھی الظل فی النقصان واخذ فی الزیادۃ فھو وقت الزوال ولا اعتداد بالظل الذی علیہ الشمس فی القامۃ بل یعتبر ظلہ مفردا عن الزیادۃ اور طحطاوی میں ہے:

''زوال کا سایہ اس سے مستثنیٰ ہوگا کیونکہ سردی میں یہ سایہ بعض جگہوں میں ایک مثل اور بعض جگہ دو مثل ہوجاتا ہے، تو اگر ایک مثل یا دو مثل کا اعتبار اس سایہ سے کیا جائے تو صاحبین اور امام صاحب دونوں فریق کے نزدیک ظہر کا وجود نہیں پایا جائے گا۔''

اور شامی میں ہے:

''ایک لکڑی لے کر زوال سے پہلے زمین میں گاڑ دی جائے پھر اس کا سایہ لکڑی کی طرف آتے ہوئے دیکھا جائے جب سایہ بڑھنا شروع ہو، تو پہلے سائے کو محفوظ کرلیا جائے بس یہی زوال کا سایہ ہوگا، اب اس سائے کے علاوہ جب سایہ اس لکڑی کے برابر یا دگنا ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم اور عصر کا وقت شروع ہوگا۔''

اور شرح وقایہ میں ہے:

''مثلاً جب زوال کا سایہ پیمانے کا ربع ہو تو جب یہ سایہ ایک ربع اور دو مثل ہوگا، یہی ظہر کا آخری وقت ہوگا، امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے اور آپ سے ایک دوسری روایت بھی ہے جو کہ امام ابویوسف، محمد اور امام شافعی کا قول ہے، یعنی جب زوال کے سایہ کے علاوہ سایہ ایک مثل ہو۔''

اور کفایہ میں ہے:

''زوال معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سیدھی لکڑی زمین میں گاڑ دی جائے جب تک سایہ کم ہوتا جائے سمجھا جائے گا کہ سورج بلند ہورہا ہے، جب سایہ برابر ہوگا تو یہ حالت زوال تصور ہوگی، جب سایہ بڑھنے لگے تو شروع زوال کی علامت ہوگا۔ اس مقام پر ایک خط کھینچ لیجئے اس خط سے لکڑی تک کا سایہ زوال کا سایہ ہوگا اب جب لکڑی کا سایہ خط کے اس سرے سے آگے لکڑی سے دوگنا ہوجائے گا تو امام صاحب کے نزدیک ظہر کا وقت ختم ہوجائے گا۔''

اور شرح مختصر وقایہ میں ہے:

''پھر جب سایہ پھرنے لگے تو اس کے سرے پر نشان لگا لیا جائے تو اس نشان سے لے کر لکڑی کا سایہ جب دوگنا ہو جائے گا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا۔''

شاید زید یہ دونوں قول متاخرین حنفیہ کے دیکھ کر اس سے اپنا مطلب نکالتا ہے مگر در حقیقت یہ اس کی سمجھ کا فرق ہے، ان دونوں قولوں کا بھی وہی مطلب ہے جو شامی اور صاحب شرح وقایہ نے بیان کیا ہے، مطلب اس علامت اور خط سے بھی یہی ہے کہ فی الزوال کا قدر معلوم کرنا ضروری ہے، اس علامت اور خط کے اندازہ پر سایہ جس طرح ہو جائے، اسی قدر بوقت عصر چھوڑ کر زائد ازاں ایک مثل پورا کرنا ضروری ہے غرضیکہ زید کی تشریح و بیان لی سند میں میری نظر سے نہ کسی محدث کا قول گذرا ہے اور نہ کسی فقیہ کا یہ فقط اس کا عندیہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی۔

یشک فیصلہ مولوی عبدالجبار غزنوی بہت درست ہے اور پیمائش ان کی موافق حدیث جابرؓ جو ذیل میں درج ہے، بہت ٹھیک ہے کہ جس طرح سایہ بعد زوال پڑے، لکڑی کی جڑ سے بقدر سایہ اصلی یعنی فی زوال اور ایک مثل کے ہو جانے سے وقت عصر کا ہو جائے گا، حدیث یہ ہے: عن[9]بشیر بن سلام قال دخلت انا ومحمد بن علی علی جابر بن عبداللہ الانصاری فقلنا اخبرنا عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وذاک زمن الحجاج بن یوسف قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصلی الظہر حین ذالت الشمس وکان الفئ قدر الشراک ثم صلی العصر حین کان الفئ قدر الشراک وظل الرجل الخ۔

یہ حدیث نسائی میں صحیح سند سے مروی ہے اور سندھی محدث نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے: قدر[10]الشراک بکسر الشین احد سیور النعل التی علی وجہھا وظاہر الروایۃ ان المراد الفئ الاصلی لا الزائد بعد الزوال ولذلک استتق فی وقت العصر اور مجمع البحار میں لفظ شراک کے تحت میں اس حدیث شراک کی شرح یوں ہے۔ ''ظہر اس وقت پڑھی، جب سایہ ایک شراک کے برابر تھا اور یہ جوتی کا ایک تسمہ ہوتا ہے جو سامنے کی طرف ہوتا ہے اور یہاں اس سے تحدید مراد نہیں لیکن سورج کا زوال اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا، جب تک کہ کم از کم سایہ نمودار نہ ہو، مکہ میں اس وقت اتنا ہی اندازہ تھا اور سایہ جگہ اور موسم کی تبدیلی سے بدلتا رہتا ہے۔''

یہ پیمائش موافق حدیث ایک مثل کے ہے، یہی مذہب راجح ہے اور مذہب ثانی جو راجح نہیں لیکن بالکل بے اصل بھی نہیں، جیسا کہ حدیث ابوہریرہؓ کا مضمون ہے: صلی[11]الظہر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک رواہ فی المؤطا، اسی واسطے مولوی عبدالجبار صاحب نے مذہب ثانی کی پیمائش بھی درج کر دی، ورنہ ان کے نزدیک روایت معمول بہا ایک ہی مثل ہے اور زید کی پیمائش پر جو قول کسی فقیہ یا محدث کا نہ ملا تو بیان کر دیا کہ یہ اس کا عندیہ ہے پھر پیمائش زید مخالف ہے حدیث کے بھی، حدیث کہتی ہے فئ یعنی سایہ پیمائش کیا جائے اور زید کی پیمائش میں دھوپ چلتی ہے اور دوسرے مخالف ہے حدیث قیراط کے بھی، جو بخاری درباب وقت عصر من ادرک رکعۃ قبل الغروب لایا ہے جس سے عصر کا وقت بہ نسبت ظہر کم معلوم ہوتا ہے نہ برابر نہ زیادہ، فتح الباری میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے، اگر وقت عصر کے ایک مثل پر تفریح کی جائے، جیسے کہ مذہب جمہور کا ہے، اجیب[12] یمنع المساواۃ وذلک معروف عند اھل العلم بھذا الفن وھوان المدۃ التی بین الظہر والعصر اطول من المدۃ بین العصر والمغرب، زید کی پیمائش میں برخلاف اس کے زید کا مقولہ درست نہیں ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ جن ایام میں سایہ اصلی ایک مثل یا اس سے زائد ہو تو نماز ظہر کا کوئی وقت نہ رہے گا اس لیے کہ بغور ڈھلنے کے ایک مثل سایہ ہو جانے کے سبب اس تقدیر پر عصر کا وقت ہو جائے گا۔ فقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ہوالموفق:

دونوں مجیب نے جو کچھ لکھا ہے، بہت صحیح و درست لکھا ہے مگر مجیب ثانی نے جو یہ فرمایا کہ ''مذہب ثانی (یعنی وقت ظہر کا مثلین تک باقی رہتا) جو راج نہیں لیکن بالکل بے اصل بھی نہیں، جیسا کہ حدیث ابوہریرہؓ کا مضمون ہے۔ صل[13] الظہر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک رواہ فی المؤطا، سو یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ابوہریرہؓ کی اس حدیث کے مضمون سے مذہب ثانی کا با اصل ہونا ثابت نہیں ہوتا اس واسطے کہ اس حدیث میں ظہر و عصر کے اوّل وقت کا بیان نہیں ہے بلکہ آخر وقت کا بیان ہے اور مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ ظہر کا وقت زوال افتاب سے ایک مثل تک ہے اور عصر کا وقت ایک مثل کا یہ ہے کہ ظہر کا وقت زوال آفتاب سے ایک مثل تک ہے اور عصر کا وقت ایک مثل سے مثلین تک، پس اس حدیث کے مضمون سے مذہب ثانی ک ابا اصل ہونا نہیں ثابت ہوتا ہے بلکہ معاملہ بر عکس ہے۔

التعلیق المجد میں فرماتے ہیں : "کہ اس میں صرف آخری مستحب اوقات کا ذکر کیا ہے نہ کہ ابتدائی وقتوں کا گویا آپ نے فرمایا کہ ظہر زوال سے شروع ہو کر ایک مثل تک ہے اور اس وقت سے آگے دو مثل تک عصر کا وقت ہے۔" (سید محمد نذیر حسین)

---

[1] نبی ﷺ کی نماز کا اندازہ گرمیوں میں تین اقدام سے پانچ اقدام تک تھا اور سردیوں میں پانچ سے سات اقدام تک تھا۔

[2] جب ظہر کا وقت نکل جائے اور زوال کے سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو جائے تو اب عصر کا وقت شروع ہو گیا۔

[3] ظہر کی نماز اس وقت پڑھ جب کہ زوال کے سایہ کے علاوہ تیرا سایہ تیری مثل ہو جائے۔

[4] ظہر کا آخری وقت یہ ہے کہ کسی چیس کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اس سایہ کے علاوہ جو وقت زوال ہوتا ہے۔

[5] ظہر کا وقت یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ زوال کا سایہ نکال کر اس کے برابر ہو جائے۔

[6] وہ کہتے ہیں کہ سایہ زوال کو چھوڑ کر جب کسی چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو یہی ظہر کا وقت ہے۔ امام ابوحنفیہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور سایہ زوال سے وہ سایہ مراد ہے جو نصف النہار کے وقت ہوتا ہے۔

[7] اس کا آخری وقت یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ سوائے دوپہر کے سایہ کے اس کے برابر ہو جائے۔

[8] زوال کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک لکڑی سیدھی کھڑی کی جائے جب اس کا سایہ کم ہوتے ہوتے ایسی جگہ پہنچ جائے کہ اس کے بعد بڑھنے لگے تو یہی زوال کا وقت ہے۔ اب زوال کے وقت جو سایہ ہوتا ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ سایہ معتبر ہو گا جو اس کے بعد شروع ہوا ہے۔

[9] حضرت بشیر بن سلام فرماتے ہیں کہ میں اور محمد بن علی حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق سوال کیا (یہ حجاج بن یوسف کا زمانہ تھا) آپ نے فرمایا: آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے۔ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ سورج ڈھل چکا تھا اور سایہ تسمہ کے برابر تھا پھر آپ نے عصر اس وقت ادا فرمائی جب سایہ تسمہ کے سائے کے برابر تھا۔

[10] شراک، شین کی زبر سے جوتی کے اوپر کی جانب، جو تسمے ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو شراک کہتے ہیں، اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں اصل سایہ مراد ہے نہ کہ زائد جو کہ زوال کے بعد ہوتا ہے اس لیے عصر کے وقت سے اس کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔

[11] تو ظہر اس وقت پڑھ جب تیرا سایہ تیرے برابر ہو جائے اور عصر اس وقت جب کہ سایہ دوگنا ہو جائے (مؤطا)

[12] جواب دیتے ہوئے برابری کی نفی کی گئی ہے اور یہ بات اس فن میں مہارت رکھنے والوں کے نزدیک مشہور ہے کہ جو وقفہ ظہر اور عصر کے درمیان ہے وہ اس مدت سے زیادہ ہے جو عصر اور مغرب کے درمیان ہے۔

[13] ظہر اس وقت پڑھیے، جب آپ کا سایہ آپ کے مثل ہو، اور عصر جب سایہ دو مثل ہو۔ (مؤطا)